اللّٰھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب

الحدیث

تفسیر صافی شیعہ ص ۳۲۰

رسالہ
شان حضرت
فاروق اعظم رض

جس میں
سیدنا عمر فاروق خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی عزت و عظمت اور حقانیت خلافت
اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی آل و اولاد سے
محبت و الفت کو کتب معتبرہ شیعہ سے ثابت کیا گیا ہے

مؤلفہ

علامہ محمد عبد الستار صاحب تونسوی

ناشر

شعبہ تالیف و تصنیف مدرسہ محمدیہ رجسٹرڈ سوری لُنڈ (ڈیرہ غازی خان)

قیمت ۱۲/- روپے

Anwer Muahvia
انور معاویہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ رب العلمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علی خلفائہ الراشدین المھدیین و علی آلہ و اصحبہ الطیبین الطاہرین۔

اما بعد! یہ مختصر سا رسالہ محض رضاء الٰہی اور مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کے پیش نظر لکھا گیا ہے جس میں سیدنا فاروق اعظم خلیفۂ ثانی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کتب معتبرہ شیعہ سے نقل کیے گئے ہیں۔ یہ حقیقت کسی مسلم و غیر مسلم سے مخفی نہیں کہ اسلام کے عروج و سربلندی میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ بلافصل جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفۂ ثانی سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کی سرفروشانہ سعی و کوشش اور مخلصانہ محنت و کاوش اور والہانہ وفاداری و جاں نثاری اور مجاہدانہ عرق ریزی و جاں فشانی سے چار دانگ عالم میں اسلام کا بول بالا ہو گیا جس نے دشمنان خداوند تعالےٰ اور دشمنان رسولؐ کی تمام طاقتوں کو کچل کر رکھ دیا جن کے حسن تدبر اور مومنانہ فراست و بصیرت سے ایک ہزار چھتیس شہر اور ان کے مضافات فتح کیے گئے۔ ان مفتوحہ علاقوں میں آپ کے انتظام سے چار ہزار مساجد پنج وقتہ نماز کے لیے اور نو سو جامع مسجدیں تیار ہوئیں۔ آپ کا اپنی خلافت میں حکم تھا کہ جو مقام فتح ہو وہاں مسجد بنا کر اس کے لیے امام و مؤذن مقرر کیا جائے۔

آپ نے دین کی تبلیغ اور علم دین کی ترویج و ترقی کے لیے یہاں تک تدبیر فرمائی کہ کوئی ایسا شخص تجارت کا کاروبار نہ کرے جو دین کے مسائل کا علم نہ رکھتا ہو۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے دنیا کی سب سے بڑی اور طاقتور قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا اور دین حق کو تمام ادیان پر غالب کر دیا۔ نیز اسلامی حکومت کو اس قدر مضبوط

اور طاقت ور بنا دیا کہ جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہ کر سکتی تھی۔ آپ نے اپنی دس۱۰ سالہ خلافت میں وہ کام کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ سب کچھ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس دعا کا اثر تھا جو آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے اور ان کے ذریعہ اسلام کو عزت و عظمت حاصل ہونے کے لیے مانگی تھی۔

گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دعائیں مانگ کر اللہ تعالیٰ سے حضرت عمرؓ کے ایمان کی منظوری لے لی اور اپنے دینِ حق کے لیے عزت و غلبہ کا حصول حضرت عمرؓ کے ایمان لانے میں دیکھا۔ اور واقعی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نگاہِ نبوت اور چشمِ بصیرت نے حقیقتِ واقعیہ کو دیکھ لیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قیصر و کسریٰ یہود و نصاریٰ، مجوس و مشرکین سب پر غلبہ عطا فرمایا جس کا خود شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں میں اعتراف و اقرار ثابت ہے۔

۱۔ والعیاشی عن الباقر علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام۔	عیاشی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگی کہ یا اللہ! تو اسلام کو عزت و غلبہ دے عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعہ سے۔
تفسیر صافی ص ۳۲۰ (اور مقبول احمد شیعہ کا ترجمہ قرآن مجید ص۵۱۶)	

غور فرمائیے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا جس کا امام باقر نے ذکر فرمایا ہے کس طرح مقبول و منظور ہوئی کہ فوراً اس کے بعد حضرت عمرؓ اسلام لائے اور اسلام لاتے ہی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو حرم کعبہ میں لائے اور کفار سے مقابلہ کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں علانیہ با جماعت نماز ادا کرنے کا موقعہ حاصل کیا جس کا تذکرہ شیعہ مذہب کی کتاب "غزواتِ حیدری" میں یوں موجود ہے:۔

۲۔ جب دروازہ کھولا تو عمر بصد عذر خواہی خدمتِ رسالت پناہی میں حاضر ہوا۔ حضرت نے بعد تلقین مراتب اسلام اس کو مرحبا کہا اور باعزاز اپنے پاس بٹھلایا۔ تب عمر نے عرض کی، یا نبی اللہ! اب ہم کو اجازت دیجیے اور بے تکلف فرمائیے تاکہ حرم محترم میں جاکر آشکارا نماز پڑھیں اور طاعتِ الٰہی بجماعت بجالاویں۔ ہر گاہ اصحاب فضیلت انتساب نے جماعت پر اتفاق کیا۔ محبوب ایزد خلاق نے بھی شاداں و فرحاں طرف سجدہ گاہ آفاق کے قدم رنجہ فرمایا اور آگے سب کے عمر تیغ بکمر بجماعتِ وافر اور پیچھے اصحاب خجستہ انساب بصد کر و فر ہنستے اور باتیں کرتے بے خوف و خطر داخل خانۂ داور ہوئے۔ یکبار جدار حرم نے بصد افتخار سر اپنا تا بعرش کردگار پہنچایا۔ کفار ناہنجار نے جس وقت یہ حال دیکھا اور جاہ و جلال یاران نیک افعال کا اس مرتبہ مشاہدہ کیا اور ایک خود سر نے

پاس عمر کے آکر کہا اے عمر بد گوہر! یہ کیا فتنہ دگر ہے اور تو اس گروہ پر شکوہ میں کیوں تیغ بکمر ہے۔ عمر نے یہ بات سن کر پہلے اسلام اپنا ظاہر کیا اور بصد طیش کہا اے نابکار ہفوت شعار! اگر تم میں سے ایک نے بھی اس وقت جگہ سے حرکت کی یا کوئی بات بے جا زبان پر آئی بخدائے لایزال ایک کا سر بھی بدن پر نہ ہوگا۔ پس دلاوران دین اصحاب سید المرسلینؐ مسجد میں آئے اور صف اسلام کو بنیت اقتدا جماعہ برابر برابر کھڑے ہو گئے، خطیب مسجد اقصیٰ حبیب کبریا نے قصد امامت کیا اور واسطے نیت نماز کے دست مبارک تا بگوش پہنچایا ؎

نبی گفت تکبیر چوں در حرم ؎ فتادند اصنام بر روئے ہم

اور اہل شر ہر چند دیکھتے تھے لیکن کسی کو مجال مقاومت نہ تھی۔

(غزوات حیدری شیعہ ص ۴۲ وقائع دوم)

یہ خود شیعوں نے حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے اسلام لانے اور دین کو طاقت و قوت پہنچانے اور حرم کعبہ میں اسی روز جا کر حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کے علانیہ نماز باجماعت قائم کرنے کو کس خوبی سے بیان کیا ہے اور حضرت عمرؓ کے آنے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا فرمایا اور باعزاز اپنے پاس بٹھایا اور نہایت خوشی کا اظہار فرمایا۔

۳۔ حضرت عمرؓ کے ذریعہ اسلام کو جو عزت و غلبہ ہونا تھا اس کو حضرت امام محمد باقرؒ نے الم غلبت الروم کی تفسیر فرماتے ہوئے یوں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس غلبہ کا ذکر فرمایا ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی امارت

وخلافت میں حاصل ہوا۔ چنانچہ تفسیر صافی میں مرقوم ہے:۔

فلما غزا المسلمون الفارس	پس جب مسلمانوں نے فارس سے لڑائی کی
وافتتحوھا فرح المسلمون	اور اس کو فتح کر لیا تو مسلمان اللہ تعالیٰ
بنصر اللہ عزوجلّ	کی امداد اور نصرت سے بہت خوش ہوئے

پھر آگے اسی کتاب میں چند حروف کے بعد لکھا ہوا ہے:۔

وانما غلبت المؤمنون	یہ غلبہ مومنوں کا فارس پر حضرت عمرؓ
فارس فی امارۃ عمر۔	کی خلافت میں ہوا۔

(تفسیر صافی صـ۴۰۶)

تو حضرت امام محمد باقرؒ نے مومنوں کے فارس پر غلبہ کی قرآنی خبر اور اس پر نصرت الٰہی کے آنے اور مسلمانوں کے مسرور و خوش ہونے کو سب حضرت عمرؓ کی خلافت میں واقع ہونے کا اقرار و اظہار فرمایا ہے۔

۴۔ اور اسی فتح فارس کی خوش خبری کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے موقعہ پر پتھر کو توڑتے ہوئے بیان فرمایا تھا جس کو علامہ باقر مجلسی شیعہ نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے

ابن بابویہ روایت کردہ است	ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
کہ چوں کلنگ اول را زد ثلث	صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلا تیشہ
سنگ را شکست فرمود اللہ اکبر	پتھر پر مارا تو پتھر کا تہائی حصہ ٹوٹ
کلید ہائے شام را خدا بمن داد و بخدا	گیا، آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر ملک شام
سوگند قصر ہائے سرخ آں را می بینم	کی کنجیاں خدا نے مجھے دیدیں۔ خدا کی قسم

پس کلنگ دیگر زد و ثلث دیگر را
شکست و فرمود اللہ اکبر خدا
کلید ہائے ملک فارس را بمن داد
و بخدا سوگند کہ الحال قصر سفید مدائن را
می بینم و چون کلنگ سوم را زد و باقی سنگ جدا
شد گفت اللہ اکبر کلید ہائے یمن را بمن دادند و
بخدا سوگند کہ دروازہ ہائے صنعاء را می بینم [1]

میں اس کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں پھر دوسرا تیشہ مارا تو
تیسرا حصہ پتھر کا اور ٹوٹ گیا فرمایا اللہ اکبر خدا نے
ملک فارس (ایران) کی کنجیاں مجھے دیدیں اور خدا کی قسم
میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں پھر جب
تیسری دفعہ تیشہ مارا تو وہ پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا فرمایا
اللہ اکبر یمن کی کنجیاں مجھے دیدی گئیں اور قسم بخدا میں
صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

سبحان اللہ! حضرت عمرؓ کی کیا شان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر شام و فارس کے فتح ہونے کو اپنے ہاتھ میں ان کی کنجیاں دی جانے کا فرما گئے۔ حضرت عمرؓ کی فتوحات کو خود حضور پرنور اپنی طرف منسوب فرما گئے ہیں۔

۵۔ انہی غزواتِ روم و فارس کے متعلق جب سیدنا عمر فاروقؓ نے سیدنا علی المرتضیٰؓ سے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی فوجوں اور لشکروں کو اللہ تعالیٰ کی فوج قرار دے کر فرمایا کہ ان کا حافظ و ناصر خود اللہ تعالیٰ ہے۔ جو کہ نہج البلاغہ میں اس طرح مرقوم ہے:۔

ومن کلام له علیه السلام
وقد شاوره عمر بن الخطاب فی الخروج
الی غزوة الروم بنفسه ……
وقد توکل الله هذا الدین
باعزاز الحوزة وستر العورة

جناب علی کا یہ کلام اس وقت کا ہے
جب کہ حضرت عمر نے جنگ روم میں خود
اپنے جانے کے لیے ان سے مشورہ لیا ہے
بیشک اللہ اس دین والوں کے لیے ذمہ دار
ہے انکی جماعت کو عزت دینے اور انکی

---

[1] حیاۃ القلوب۔ ص۵۵۸ ج ۲۔

والذی نصرھم وھم قلیل لا ینتصرون ومنعھم وھم قلیل لا یمتنعون حی لا یموت انک متی تسر الی ھذا العدو بنفسک فتلقھم فتنکب لا تکن للمسلمین کانفة دون اقصی بلادھم لیس بعدک مرجع یرجعون الیه فابعث الیھم رجلا محربا واحفز معه اھل البلاء والنصیحة فان اظھر اللہ فذاک ما تحب وان تکن الاخری کنت ردءا للناس ومثابة للمسلمین۔ (نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۴)

کمزوریوں کو چھپانے کا اور جس نے ان کو اس حال میں مدد دی جب کہ وہ کم تھے فتح نہیں پا سکتے تھے اور اس حال میں انکو محفوظ رکھا کہ وہ کم تھے اور محفوظ نہیں رہ سکتے تھے وہ اللہ اب بھی زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا بتحقیق جس وقت آپ اس دشمن کے سامنے خود جائیں گے اور خود ان سے مقابلہ کریں گے تو اگر کہیں آپ شہید ہو گئے تو پھر مسلمانوں کو کوئی جائے پناہ ان کے آخری شہروں تک کہیں نہ ملے گی، کیونکہ آپ کے بعد کوئی شخص نہیں جس کی طرف مسلمان رجوع کریں لہٰذا آپ کسی تجربہ کار شخص کو ان کی طرف روانہ کیجیے اور اس کے ساتھ آزمودہ کار اور خیر خواہ لوگوں کو بھیجیے تاکہ اگر اللہ ان کو غلبہ دے تو یہی آپ کا مقصود ہے اور اگر خدانخواستہ کوئی دوسری بات ہوئی تو آپ مسلمانوں کے لیے جائے پناہ اور ان کے مرجع ہیں۔

حضرت علیؓ کے اس فرمان پر غور کیجیے کہ ان کو حضرت عمرؓ سے کیسی محبت وعقیدت تھی

۱۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ باہم مخلص دوست اور ایک دوسرے کے

خیر خواہ تھے۔ اس لیے کہ مشورہ اس سے کیا جاتا ہے جس کی محبت اور اخلاص پر پورا پورا اعتماد ہو۔

۲۔ حضرت علیؓ نے اس دین کے متعلق جو حضرت عمرؓ اور تمام صحابہؓ کا تھا، فرمایا اللہ تعالیٰ اس کی عزت کا ذمہ دار ہے اور اس دین والوں کی اللہ تعالیٰ نے بے سرو سامانی میں مدد کی وہ خداوند تعالیٰ اب بھی موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک حضرت عمرؓ کا اور تمام صحابہؓ کا دین وہی تھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔

۳۔ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کی ذات اقدس کو بے نظیر جانتے تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ حضرت عمر کے اس وقت شہید ہونے سے مسلمانوں کو روئے زمین پر کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔

۴۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کا مددگار اور ملجأ و ماویٰ فرمایا۔

۵۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو میدان جنگ میں جانے سے روکا کہ مبادا وہ شہید ہو جائیں۔

اگر بقول شیعہ حضرت علیؓ کو ان سے عداوت ہوتی تو روکنے کے بجائے میدان جنگ کی ترغیب دیتے اور ان کی شہادت کو مسلمانوں کے لیے راحت تصور کرتے۔

۶۔ مذکورہ مشورہ جنگ روم کا موقعہ تھا۔ دوسرا مشورہ جنگ فارس کے متعلق نہج البلاغہ میں یوں ہے:۔

ومن کلام له علیه السلام

جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے حضرت

بعمر بن الخطاب وقد استشاره فی غزوا الفرس بنفسه ان هذا الامر لم یکن نصره ولاخذ لانه بکثرة و لا قلة وهو دین الله الذی اظهره وجنده الذی اعده و امده حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث ما طلع ونحن علی موعود من الله و الله منجز وعده وناصر جنده ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز یجمعه ویضمه فاذا انقطع النظام تفرق الخرز وذهب ثم لم یجتمع بحذافیره ابدا والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فهم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحی بالعرب

عمر سے جب کہ انہوں نے حضرت علی سے مشورہ لیا ایران کی لڑائی میں اپنے جانے کے متعلق تحقیق اس کام کی فتح و شکست کثرتِ لشکر اور قلت سے نہیں اور وہ اللہ کا دین ہے جس کو اُس نے غالب کیا، اور یہ اس کا لشکر ہے جس کو اس نے تیار کیا اور اس کی امداد کی، یہاں تک کہ پہنچا جہاں تک کہ پہنچا اور طلوع ہوا جہاں طلوع ہوا ہم لوگوں سے وعدہ ہے اللہ کا اور اللہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کا مددگار ہے اور خلیفہ کی وہ حیثیت ہوتی ہے جو ہار کے دانوں میں دھاگے کی ہوتی ہے کہ وہ دھاگہ ان سب دانوں کو جمع کیے ہوئے اور ملائے ہوئے رہتا ہے اگر دھاگہ کٹ جائے تو سب دانے منتشر اور متفرق ہو جاتے ہیں پھر کبھی سارے کے سارے جمع نہیں ہوتے۔ اہلِ عرب آج اگرچہ

واصلهم دونك نار الحرب فانك ان شخصت من هذه الارض انتقضت عليك العرب من اطرافها و اقطارها حتى يكون ما تدع وراءك من العورات اهم اليك مما بين يديك ان الاعاجم ان ينظروا اليك غدا يقولوا هذا اصل العرب فاذا قطعتموه استرحتم فيكون ذلك اشد لكلبهم عليك و طمعهم فيك فاما ما ذكرت من مسير القوم الى قتال المسلمين فان الله سبحانه هو اكره لمسيرهم منك و هو اقدر على تغيير ما يكره واما ما ذكرت من عددهم فانا لم نكن نقاتل فيما مضى بالكثرة و

کم ہیں مگر اسلام کے سبب سے کثیر ہیں اور باہمی اتحاد کے باعث باعزت ہیں پس آپ قطب (کیلی) بن جائیے اور چکّی کو عرب سے گردش دیجیے اور دوسرے لوگوں کو آتش حرب میں ڈالیے خود نہ پڑیے کیونکہ اگر آپ اس سرزمین سے اٹھے تو تمام عرب ہر طرف سے آپ پر پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ مدینہ خالی ہو جائیگا اور اپنے پیچھے کے جن مقامات کو آپ بے حفاظت چھوڑیں گے وہ سامنے کی لڑائی سے زیادہ اہم ہو جائیں گے پھر دوسری بات یہ کہ عجمی لوگ جب آپ کو میدانِ جنگ میں دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ شخص عرب کی جڑ ہے اگر اس کو کاٹ ڈالو گے تو ہمیشہ کے لیے آرام پاؤ گے۔ تو یہ خیال ان کے حملے کو سخت اور ان کی امیدوں کو مضبوط کر دے گا۔ باقی رہا یہ کہ جو آپ نے ذکر کیا ہے کہ فوج عجم مسلمانوں کے لیے روانہ ہو چکی ہے

انما کنا نقاتل بالنصر والمعونة (نہج البلاغہ ج۲ ص۳۹)

تو اللہ سبحانہ کو ان کی یہ روانگی آپ سے زیادہ ناپسندیدہ ہے اور وہ جس چیز کو ناپسند کرے اس کے بدل دینے پر قادر ہے۔ اور جو آپ نے ان کی کثرت بیان کی تو بات یہ ہے کہ ہم لوگ زمانہ گزشتہ میں اپنی کثرت کے باعث قتال نہ کرتے تھے بلکہ خدا کی مدد پر بھروسہ کر کے لڑتے تھے۔

سیدنا علی المرتضیٰؓ کا یہ خطبہ بھی حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ ان کے اخلاص و محبت کو بخوبی ثابت کرتا ہے۔

۱۔ حضرت عمرؓ کے دین کو اللہ کا دین اور ان کے لشکر کو خدا کا لشکر فرمایا۔

۲۔ حضرت عمرؓ کی جماعت میں اپنی ذات کو شامل کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم لوگوں سے خدا نے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

۳۔ حضرت عمرؓ کی ذات و الاصفات کو مسلمانوں کا مایۂ نظام فرمایا اور فرمایا کہ یہ نظام آپ کے بعد کبھی قائم نہ ہوگا اس لیے کہ آپ قیّم بالامر ہیں۔

۴۔ حضرت عمرؓ کے زمانے کے عربوں کو باوجود قلّت کے بوجہ اسلام کے کثیر اور بوجہ باہمی اتحاد کے باعزت فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ قیام تک باہمی رنج و عداوت کے سب قصے غلط ہیں۔

۵۔ حضرت عمرؓ کو میدانِ جنگ میں جانے سے یہ کہہ کر روکا کہ آپ کے یہاں سے چلے جانے کے بعد یہاں کا انتظام خراب ہو جائیگا اور دشمن لڑائی میں کوشش کریں گے کہ آپ کو شہید کر دیں، اس خیال سے کہ آپ کے بعد اُن کو چین مل جائے گا۔

۶۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ مسلمانوں کی جاں نثاری اور محبت کو بیان فرمایا۔

۷۔ حضرت عمرؓ کے ساتھیوں کی شکست اور ان کے دشمنوں کی فتح کو خدا کا ناپسندیدہ اور مکروہ امر فرمایا۔

۸۔ حضرت عمرؓ کو زمانہ گزشتہ کے غزوات اور ان کو خدا کے الطاف و عنایات یاد دلا کر تسکین دی۔

۷۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ نے ایک خط جناب امیر معاویہؓ کو لکھا تھا جس میں جناب صدیق اکبرؓ اور جناب عمر فاروقؓ کی شان میں یہ الفاظ لکھے تھے۔

وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم للہ و لرسولہ الخلیفۃ الصدیق و خلیفۃ الخلیفۃ الفاروق و لعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید یرحمھما اللہ وجزاھما باحسن ما عملا۔

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی جز ۳۱)

اور اسلام میں سب سے افضل اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ اخلاص رکھنے میں سب سے بڑھ کر جیسا کہ تم نے بیان کیا، خلیفہ صدیق تھے اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق۔ اور قسم مجھے اپنی جان کی بتحقیق ان دونوں کا مقام اسلام میں بڑا ہے اور بتحقیق ان کی وفات سے اسلام کو سخت زخم پہنچا، اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت نازل کرے اور اچھے کاموں کا بدلہ دے۔

غور فرمایئے!

کہ حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کا

اسلام میں کتنا بلند و بالا مقام بیان کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی کتنی محبت و اخلاص کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے جانے کے بعد اسلام کو زخم پہنچنے پر اظہار افسوس فرماتے ہیں اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرتے ہیں اور ان کے نیک کاموں کی شہادت دیتے ہیں۔

۸۔ اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کا ایک خطبہ نہج البلاغہ میں ہے:۔

من کلام له علیه السلام

بارك الله فی بلاد فلان فقد قوم الاود وداوی العمد وخلف الفتنة واقام السنة ذهب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرها وسبق شرها۔ ادی الی الله طاعته واتقاه بحقه۔ رحل وترکهم فی طرق متشعبة لا یهتدی فیها الضال ولا یستیقن المهتدی۔

نہج البلاغہ

ج ۲ ص ۲۴۹

اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ نے حضرت عمر فاروق ؓ کے متعلق فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت عمر کے شہروں میں برکت دے بے شک انہوں نے کجی کو اور ٹیڑھ کو سیدھا کیا تھا اور بیماری کی دوا کی تھی۔ اور فتنوں سے پہلے چلے گئے اور سنت کو قائم کیا، بالکل صاف اور بے عیب دنیا سے گئے، خلافت کی خوبیاں حاصل کر گئے اور اس کے فتنہ و فساد سے پہلے چلے گئے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا کیا اور اللہ تعالیٰ سے پوری طرح ڈرتے رہے، وہ دنیا سے کوچ کر گئے اور اُن کے بعد لوگ پیچیدہ راستوں میں پڑ گئے جن میں گمراہ راستہ نہیں پا سکتا اور ہدایت یافتہ یقین نہیں کر سکتا۔

شارحین نہج البلاغہ نے لکھا ہے کہ "فلاں" سے مراد اس خطبہ میں حضرت عمرؓ ہیں (شرح نہج البلاغہ درہ نجفیہ ص۲۵۷، فیض الاسلام۔ شرح نہج البلاغہ ص۷۱۲)

۹۔ اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ کا ایک اور خطبہ نہج البلاغہ میں ہے :۔

قال علیہ السلام فی کلام له ووليهم وال فاقام واستقام حتی ضرب الدين بجرانه

(نہج البلاغہ ص۲۶۳)

حضرت علی نے فرمایا حضرت عمرؓ مسلمانوں کے والی اور حاکم ہوئے جنہوں نے دین کو قائم کیا اور سیدھے چلے یہاں تک کہ دین کو پوری مضبوطی حاصل ہوئی۔

اس کلام میں بھی والی سے مراد حضرت عمر فاروقؓ ہیں جیسا کہ شارحین نہج البلاغہ نے تصریح کی ہے۔ شرح نہج البلاغہ درنجفیہ ص۲۹۳ فیض الاسلام شرح نہج البلاغہ ص۱۲۹۰

تو سیدنا علی المرتضیٰؓ کے ان سب خطبات سے حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ ان کے دوستانہ تعلقات اور اسلامی محبت و اخوت کا کافی و افی ثبوت ملتا ہے۔

۱۰۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ اور ان کی آل و اولاد کو حضرت عمر فاروقؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان حضرات نے اپنے بچوں کے نام حضرت عمرؓ کے نام پر رکھے۔

(۱) سیدنا علی المرتضیٰ نے اپنے صاحبزادہ کا نام "عمر" رکھا۔

(جلاء العیون، ص ۱۹۳ - ۱۹۴، کشف الغمہ ص ۱۲۲، تاریخ الائمہ شیعہ ص ۳۳، منتہی الآمال شیعہ ص ۱۳۶۔

(۲) سیدنا امام حسنؓ نے بھی اپنے صاحبزادہ کا نام عمر رکھا۔ (کشف الغمہ ص ۱۷۱، تاریخ الائمہ ص ۶۳، جلاء العیون۔ ص ۲۰۳)

(۳) سیدنا امام حسینؓ نے بھی اپنے صاحبزادہ کا نام عمر رکھا۔ (تاریخ الائمہ ص ۹۳)

(۴) سیدنا امام زین العابدینؒ نے بھی اپنے صاحبزادہ کا نام عمر رکھا۔ (کشف الغمہ ص ۲۰۰۔ جلاء العیون ص ۱۰۷، تاریخ الائمہ ص ۹۹، منتہی الآمال ص ۳۱)

(۵) حضرت امام موسیٰ کاظمؒ نے بھی اپنے صاحبزادہ کا نام عمر رکھا (تاریخ الائمہ ص ۱۵۲)

اہل اسلام میں یہ طریقہ جاری ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی اولاد کا نام اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اپنے بزرگوں اور محبوب لوگوں کے نام پر رکھتے ہیں۔ ائمہ اہل بیت کو حضرت عمر فاروقؓ سے اگر عقیدت و محبت نہ ہوتی تو اپنے عزیز بچوں کے نام ان کے نام پر ہرگز نہ رکھتے۔ اور اگر حضرت عمرؓ کو حضرت سیدنا علیؓ اور اہل بیت سے یا دینِ اسلام سے دشمنی ہوتی تو بھی ائمہ اہل بیت کبھی اپنے بچوں کا نام عمر نہ رکھتے۔ ائمہ اہل بیت کا نام رکھنا واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک عداوت و دشمنی کے قصے غلط اور جھوٹے تھے اور حضرت عمرؓ ان کے نزدیک محبوب و محترم بزرگ تھے۔

۱۱۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ اور حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے درمیان محبت و دوستی کا ثبوت جس طرح حضرت عمرؓ کے نام پر بیٹوں کا نام رکھنے کی سنت جاری کرنے اور جنگوں وغیرہ میں خیر خواہانہ مشورے دینے سے ثابت ہے۔ اسی طرح شیعہ کتابوں میں یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کے دربارِ خلافت میں سیدنا علیؓ برضا و رغبت خود آتے جاتے اور فیصلے کرتے تھے اور ان کے فیصلے اور فتوے پر عمل ہوتا تھا ـــــ بلکہ کتب شیعہ میں

اتنے تک ثابت ہے کہ صدیقِ اکبرؓ، فاروقِ اعظمؓ، عثمانِ ذوالنورینؓ کی خلافتوں میں عہدۂ قضا۔ وحدود وغیرہ سیدنا علیؓ کے سپرد تھا، وہ بخوشی اس کو سرانجام دیا کرتے تھے۔ شیعہ کی معتبر کتابوں میں اس طرح مرقوم ہے:۔

امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ ایک لوطی کو پکڑ کر حضرت فاروقِ اعظمؓ کے دربار میں فیصلہ کے لیے پیش کیا گیا۔ اُس وقت دربارِ خلافت میں حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ اس کی سزا کے متعلق باہم مشورہ ہونے لگا تو حضرت عمرؓ نے سیدنا علیؓ کو فرمایا:۔

ماتقول یا ابا الحسن!	اے ابوالحسن! آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ تو
قال اضرب عنقه فضرب عنقه	سیدنا علیؓ نے فرمایا اس کی گردن اڑا دو
قال ادع بحطب قال فدعا	پس حضرت عمرؓ نے اس کی گردن مروا دی
عمر بحطب فامر به امیر	اور فرمایا لکڑیاں منگواؤ، حضرت عمرؓ نے
المؤمنین علیه السلام	لکڑیاں منگوائیں۔ پس حضرت علیؓ کے
فاحرق به (استبصار ج ۲ ص ۲۱۹)	حکم سے اس کو جلا دیا گیا۔

نیز شیعہ کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے ص ۲۴۲ پر ہے:۔

”حضرت عمرؓ نے شراب کی حد کے بارے میں حضرت علیؓ سے مشورہ کیا۔“

نیز شیعہ کتابوں میں یہاں تک ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں حکم دے رکھا تھا:۔

لایفتین احد فی المسجد و	کوئی شخص مسجد میں حضرت علی کی موجودگی
علیؑ حاضر!	میں فتویٰ و فیصلہ نہ دے۔

(حق الیقین عربی مصنفہ سید اکبر سید عبداللہ ج ۱ ص ۱۲۴)

نیز شیعہ کتب میں ثابت ہے حضرت محمد باقرؒ اپنے آباء علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں :-

ان ابا بکر و عمرؓ و عثمان کانوا یرفعون الحدود الی علی بن ابی طالب علیہ السلام (جعفریات مطبوعہ طہران ص ۱۳۳)	بتحقیق حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے حدود کے فیصلے حضرت علیؓ کے سپرد کر رکھے تھے۔

تو۔ ان حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ پوری ہمدردی اور محبت سے امورِ خلافت کو سرانجام دیا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؓ بخوشی دربارِ خلافت میں آتے جاتے اور فیصلے کرتے تھے۔

۱۲۔ حضرت امام زین العابدینؒ کی والدہ ماجدہ کا حضرت عمرؓ کی خلافت میں مالِ غنیمت میں آنا اور حضرت سیدنا امام حسینؓ سے ان کا نکاح کر دینا بھی بخوبی دلالت کرتا ہے کہ ان حضرات میں باہم الفت و محبت تھی اور حضرت عمرؓ کی خلافت، خلافتِ حقہ تھی۔ کیونکہ اگر حضرت عمرؓ کی خلافت صحیح نہ ہو تو اس میں جو جہاد ہوئے اور مالِ غنیمت حاصل کیے گئے وہ بھی صحیح نہ ہوں گے تو پھر سیدنا حضرت حسینؓ کا نکاح بی بی شہر بانو سے کیسے درست ہوگا۔ بی بی شہر بانو کا حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے میں مالِ غنیمت میں آنے کا واقعہ شیعہ کی معتبر کتاب "اصول کافی" باب مولد علی بن حسین میں ثابت ہے۔

نیز منتہی الآمال ج ۲ ص ۲ پر ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے مشورہ سے

بی بی شہر بانو کو حضرت سیدنا امام حسینؓ کے نکاح میں دے دیا۔ اور اس کا حق مہر بھی بیت المال سے ادا کیا۔

نیز جلاء العیون ص۲۳۹ پر اسی طرح مرقوم ہے۔

تو، ان حوالجات سے بخوبی واضح ہے کہ حضرت عمرؓ کو سیدنا علیؓ اور اُنکی اولاد سے کتنی گہری عقیدت و محبت تھی، کہ حضرت علیؓ کے مشورہ سے شاہ زادی کا نکاح بھی سیدنا حسینؓ سے کر دیا اور حق مہر بھی خود حضرت عمرؓ نے ادا کیا۔

۱۳۔ چونکہ چاروں خلفاء راشدین حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے یک جدّی اور یک قوم تھے اور نہایت کامل الایمان، خدا تعالیٰ اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پوری طرح مطیع و فرماں بردار اور وفادار و جاں نثار تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ و تصفیہ سے جملہ اہل ایمان میں خصوصی شان اور امتیازی مقام رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اخلاص و ایمان اور پاکی طہارت پر پورا پورا اعتماد تھا۔ ان حضرات کے یک جدّی اور کامل الایمان ہونے اور ظاہری و باطنی طہارت کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پاکیزہ لوگوں سے رشتے ناطے کیے۔ بعض حضرات سے رشتے لیے اور بعض حضرات کو رشتے دیے۔

ان حضرات کا **شجرہ نسب** شیعہ کی کتاب شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام، ص ۱۰۹۵ پر یوں ثابت ہے:۔

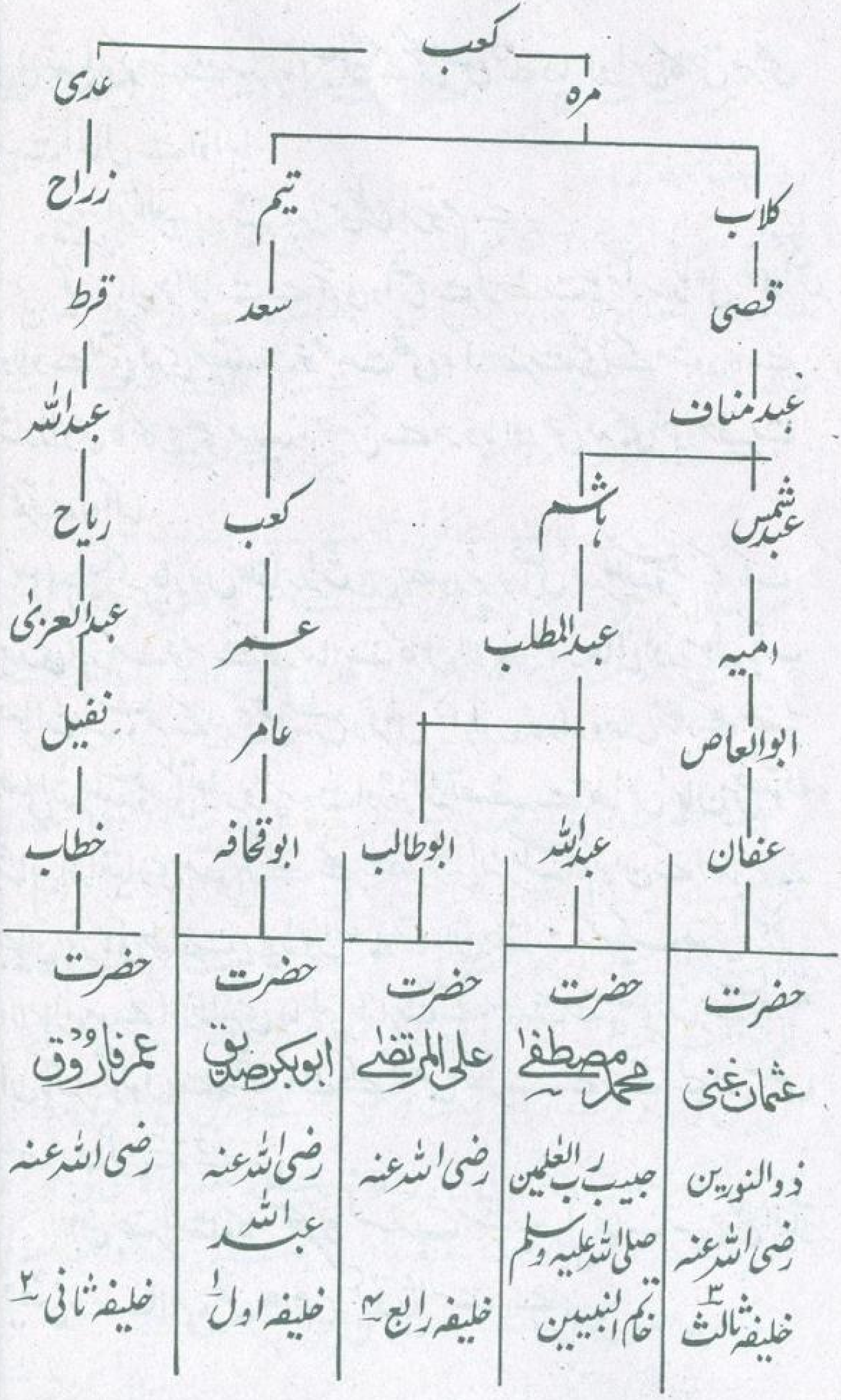
کعب
عدی
زراح
قرط
عبداللہ
ریاح
عبدالعزیٰ
نفیل
خطاب
حضرت
عمر فاروق
رضی اللہ عنہ
خلیفہ ثانی ۲
مرہ
تیم
سعد
کعب
عمر
عامر
ابو قحافہ
حضرت
ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ
عبداللہ
خلیفہ اول ۱
کلاب
قصی
عبد مناف
ہاشم
عبدالمطلب
ابوطالب
حضرت
علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ
خلیفہ رابع ۴
عبداللہ
حضرت
محمد مصطفیٰ
حبیب رب العلمین
صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم النبیین
عبد شمس
امیہ
ابوالعاص
عفان
حضرت
عثمان غنی
ذوالنورین
رضی اللہ عنہ
خلیفہ ثالث ۳

اِس شجرۂ نسب سے واضح ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتویں دادا جناب کعب کی اولاد میں سے ہیں۔

جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے یک جدی ہونے اور تقویٰ اور ظاہری و باطنی محبت کے پیشِ نظر ان سے رشتے کیے تھے اسی طرح جناب علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو بوجہ رشتہ دار جدی ہونے اور پوری طرح محبت و اخلاص کے باعث اپنی حقیقی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضؓ کا نکاح شادی حضرت عمر رضؓ سے کر دیا۔ جو کہ سیدنا عمر رضؓ اور سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کے مابین حقیقی اور واقعی تعلقاتِ محبت و اخوت کو نمایاں کرنے کے ساتھ ان کی خلافت کے حق ہونے اور ان کے کامل الایمان ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو کہ عموماً مؤرخین نے لکھا ہے اور اہل السنۃ کے علاوہ شیعہ مذہب کی معتبر کتابوں میں اس کا اعتراف و اقرار موجود ہے۔ جس سے انکار کرنے کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔

اللہ تعالےٰ ہم تمام مسلمانوں کو شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضؓ کے اختیار و پسند کردہ چیزوں کو بسر و چشم ماننے کی توفیق بخشے اور جہالت و ضد میں پھنس کر شیرِ خدا کے کیے ہوئے کاموں پر انکار و اعتراض کرنے سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ثبوت از کتب شیعہ

۱۔ عن جعفر عن ابیہ قال ماتت ام کلثوم بنت علی وابنھا زید بن عمر بن الخطاب فی ساعۃ واحدۃ

(تہذیب شیعہ صہ ۳۸۰ ج ۲ س ۲)

امام جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ سیدہ ام کلثومؓ جو حضرت علیؓ کی صاحبزادی تھیں اور ان کا بیٹا زید جو حضرت عمر بن خطابؓ کا بیٹا تھا، دونوں (ماں اور بیٹا) ایک ہی وقت فوت ہوئے تھے۔

حضرت امام باقرؒ کے اس فرمان سے ثابت ہے کہ سیدنا علیؓ شیر خدا کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر بن خطاب سے ہوا تھا جن کا ایک بیٹا حضرت سیدہ ام کلثوم سے زید بن عمرؓ پیدا ہوا تھا، اور ماں بیٹا اکٹھے فوت ہوئے تھے۔

۲۔ عن سلیمان بن خالد قال سئلت اباعبداللہ علیہ السلام عن امرأۃ توفی عنھا زوجھا این تعتد فی بیت زوجھا او حیث شاءت؟ قال بل حیث شاءت ثم قال ان علیا صلوات اللہ علیہ لما مات عمر اتی ام کلثوم فاخذ

سلیمان بن خالد کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت خاوند کے گھر میں گزارے یا جہاں چاہے گزارے؟ انہوں نے فرمایا جہاں چاہے گزارے۔ پھر فرمایا بہ تحقیق حضرت علی صلوات اللہ علیہ حضرت عمر کی وفات کے بعد سیدہ

بیدھا فانطلق بھا الی بیتہ ام کلثوم کے پاس گئے اور ان کو حضرت عمرؓ کے گھر سے اپنے گھر لے آئے۔
(فروع کافی ج ۲ ص ۳۱۲ حصہ اول تہذیب ج ۲ ص ۲۳۸)

انہی دونوں کتابوں کے ان صفحات پر انہی الفاظ میں امام جعفر صادقؒ سے دوسرے راویوں کی روایت بھی موجود و منقول ہے۔

۳۔ فروع کافی مصنفہ محمد بن یعقوب کلینی میں ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان یہ ہے :۔

باب فی تزویج ام کلثومؓ یہ باب سیدہ ام کلثومؓ کے نکاح میں ہے

جس میں محمد بن یعقوب کلینی نے حضرت امام جعفر صادق سے دو روایتیں[1] نقل کی ہیں جن سے بخوبی ثابت ہے کہ خاندانِ نبوت کی چشم و چراغ سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے کیا گیا تھا۔ (فروع کافی ج ۲ حصہ اول ص ۱۴۱ مطبوعہ لکھنؤ)

۴۔ قاضی نور اللہ شوستری شیعہ مجتہد لکھتا ہے :۔

اگر نبی دختر بعثمان داد، ولی دختر بعمر فرستاد۔ (مجالس المؤمنین ص ۸۲) اگر نبی علیہ السلام نے عثمان کو بیٹی دی تھی تو حضرت علی نے عمر کو دے دی۔

۵۔ قاضی نور اللہ شوستری شیعہ نے لکھا ہے کہ کسی نے ابوالحسن سے پوچھا :۔

کہ چرا آں حضرت دختر خود را کہ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ نے اپنی

---

[1] ان دونوں روایتوں کے متعلق مرآۃ العقول ص ۴۴۸ پر مرقوم ہے کہ یہ دونوں روایتیں حسن ہیں۔ معلوم ہوا کہ ضعیف بھی نہیں ۱۲

بعمر بن خطاب داد؟ گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین مے نمود بزبان و اقرار بفضلِ حضرت امیر مے کرد۔

(شیعہ مجالس المؤمنین ص۱۸۸ سطر۴)

دختر نیک اختر عمر بن خطاب کو کیوں دی تھی؟ اس نے جواب دیا اس وجہ سے کہ عمر توحید خدا تعالیٰ اور رسالتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت زبان سے ظاہر کرتا تھا اور حضرت امیر المؤمنین علی کی فضیلت کا اقرار بھی کرتا تھا۔

۶۔ قاضی نور اللہ شوستری شیعہ مجتہد لکھتا ہے:۔

محمد بن جعفر بعد از فوت عمر بن خطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر المؤمنین علیہ الصلوٰۃ و آلہ مشرف گشتہ و امّ کلثوم راکہ بعدم کفات از روئے اکراہ در حبالہ عمر بود تزویج نمود۔

(شیعہ کی کتاب مجالس المؤمنین ص۸۳ آخری سطر)

محمد بن جعفر طیار نے عمر بن خطاب کی وفات کے بعد سیدہ ام کلثوم سے نکاح کر کے حضرت سیدنا علی امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ و آلہ کی دامادی کا شرف حاصل کیا اور یہ سیدہ ام کلثوم پہلے اکراہ سے عمر کے حبالہ نکاح میں تھی کیونکہ عمر ان کے ہم کفو نہ تھے۔

۷۔ بعض لوگ اپنی نادانی سے کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا نکاح سیدنا علی کی بیٹی سیدہ ام کلثوم سے نہیں ہوا تھا۔ ان گزشتہ حوالہ جات اور آنے والے حوالہ جات سے بخوبی واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ واقعی حضرت عمرؓ کا نکاح سیدہ ام کلثوم دخترِ علیؓ سے ہوا تھا، جس کا انکار ممکن نہیں۔

جیسے کہ قاضی نور اللہ شوستری مجتہد شیعہ نے لکھا ہے:۔

وہیچ کس منکرِ آن نیست کہ تزویجِ ام کلثوم با عمر بوسیلہ عباس بود۔
(مصائب النواصب صـ ۱۶۹)

شیعہ میں سے کوئی اس کا منکر نہیں کہ سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر کے ساتھ بذریعہ حضرت عباس کیا گیا تھا۔

ویسے اس نکاح کا اعتراف و اقرار شریف مرتضٰی نے اپنی معتبر کتاب، کتابُ الشافی کے صـ ۲۱۶ و صـ ۳۵۴ اور قاضی نور اللہ شوستری نے اپنی کتاب مجالس المؤمنین کے صـ ۸۲ پر واضح طور پر کہا ہے کہ ام کلثوم دخترِ علیؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا تھا۔

بعض لوگ اس نکاح کا انکار اس طرح کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت علیؓ نے عین شادی کے موقعہ پر اپنی صاحبزادی کو چھپا لیا اور اپنے اعجاز و کرامت سے نجران کی ایک جنیہ کو اپنی شاہزادی ام کلثومؓ کی شکل میں حضرت عمرؓ کے گھر بھیج دیا تھا۔

۸۔ لیکن گزشتہ تمام روایات اس بات کی تردید کرتی ہیں۔ کیا حضرت عمرؓ کا بیٹا جو زید پیدا ہوا تھا وہ جنیہ سے پیدا ہوا تھا؟ یا محمد بن جعفر طیار سے جو اُن کا نکاح حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ہوا تھا وہ جنیہ تھی؟ یا جو حضرات شیعہ یہ لکھتے گئے ہیں کہ اس نکاح کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرؓ شہادتین کا اظہار اور حضرت علیؓ کی فضیلت کا اقرار کرتے تھے اس لیے سیدہ ام کلثوم سے حضرت عمرؓ کا نکاح درست تھا۔

چنانچہ علامہ باقر مجلسی لکھتا ہے:۔

کہ ان روایات کی موجودگی میں جو حضرت عمرؓ کے ساتھ سیدہ ام کلثومؓ

حضرت علیؓ کی لڑکی کے نکاح کے بارے میں ثابت ہیں شیخ مفید کا انکار کرنا نہایت تعجب کی بات ہے۔

۹۔ انکار ذلك عجیب والاصل فی الجواب هو ان ذلك وقع علی سبیل التقیة والاضطرار ولا استبعاد فی ذلك (مرآة العقول شرح الاصول والفروع، ج ۳ ص ۴۴۹)

اس نکاح کا انکار کرنا (اتنی روایات کی موجودگی میں) عجیب ہے۔ اصل میں اس نکاح کا جواب یہ ہے کہ یہ نکاح بطور تقیہ اور لاچاری کے کیا گیا تھا جس میں کوئی استبعاد اور اشکال نہیں۔

۱۰۔ بعض لوگ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا نکاح جس ام کلثوم سے ہوا تھا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، جو حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ صدیقؓ سے پیدا ہوئی تھیں اور حضرت صدیق کی وفات کے بعد حضرت اسماء کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا تھا جس کے باعث وہ حضرت علیؓ کی پرورش میں رہی تھیں۔ ان کی ربیبہ ہونے کی وجہ سے مجازاً حضرت علی کی بیٹی کہا گیا۔

یہ بات تاریخی طور پر غلط ہے کیونکہ ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نہ تھیں کہ جن کے حضرت علیؓ سے نکاح کرنے کے بعد ام کلثوم ان کی ربیبہ ہو سکتیں بلکہ ام کلثوم بنت ابوبکرؓ کی والدہ ماجدہ حبیبہ بنت خارجہ تھیں۔

چنانچہ اصابہ فی تمیز الصحابہؓ جز۔ رابع حرف الکاف ص ۴۶۹ پر ہے:۔

ام کلثوم بنت ابی بکر امها حبیبة بنت خارجة وضعتها بعد موت ابی بکر۔

ام کلثوم بنت ابوبکر کی ماں حبیبہ بنت خارجہ تھیں اور یہ ام کلثوم ان سے ابوبکر کی وفات کے بعد پیدا ہوئی تھیں۔

نیز اسی کتاب کے باب الحاء ص ۲۶۱ پر ہے:۔

حبیبة بنت خارجة زوجة ابی بکر الصدیق ووالدة ام کلثوم ابنتها التی مات ابی بکر وھی حامل بھا۔

حبیبہ بنت خارجہ ابوبکر صدیق کی زوجہ تھیں اور ام کلثوم کی والدہ تھیں یہ ام کلثوم ابوبکر کی وہ بیٹی ہیں جبکہ ابوبکرؓ کی وفات ہوئی تھی تو یہ اس وقت حبیبہ بنت خارجہ کے بطن میں تھیں جو حضرت صدیقؓ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔

نیز ام کلثوم بنت ابی بکر صدیقؓ کے نکاح کے متعلق طبقات ابن سعد جزء ثامن ص ۴۶۲ پر مرقوم ہے کہ ام کلثوم بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح طلحہ بن عثمان بن عمر سے ہوا۔ ان کے بعد طلحہ بن عبید اللہ سے اور پھر ان کی شہادت کے بعد عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سے ان کا نکاح ہوا۔

اِن ام کلثوم بنت ابوبکرؓ کے متعلق کسی نے نہیں لکھا کہ ان کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا تھا یا ان سے ان کا بیٹا زید پیدا

ہوا تھا۔

۱۱۔ شیعہ کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے کہ جن ام کلثوم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا تھا، ان کی والدہ ماجدہ خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں۔

تاریخ طراز مذہب مظفر میں مستقل ایک باب ہے جو ص۴۷ سے شروع ہو کر ص۶۷ پر ختم ہوتا ہے۔ جس کا عنوان "حکایت تزویج ام کلثوم با عمر بن خطاب" ہے۔

جناب ام کلثوم کبرٰی دخترِ فاطمہ زہرا رضہ در سرائے عمر بن خطاب بود از وے فرزند بیاورد چنانکہ مذکور گشت و چون عمر مقتول شد محمد بن جعفر بن ابی طالب اورا در حبالۂ نکاح در آورد۔

جناب ام کلثوم کبرٰی حضرت فاطمۃ الزہراء رض کی بیٹی حضرت عمر بن خطاب کے گھر میں تھیں اور حضرت عمر سے ان کا فرزند ہوا جیسا کہ بیان ہو چکا اور جب عمر قتل کیے گئے تو محمد بن جعفر بن ابی طالب سے ان کا نکاح ہوا۔

زیرِ اہتمام

عبدالعلیم نعمان نمائندہ روزنامہ اسلام

فون: 061-545660

فصل ششم در ذکر اولاد حضرت امیر المومنین علیہ السلام

۱۲۔ چہار نفر از ایشان امام حسن و امام حسین و زینب کبریٰ ملقب بہ عقیلہ و زینب صغریٰ ست کہ مکنات است بام کلثوم و مادر ایشاں حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النساء علیہم السلام است، زینب در حبالہ نکاح عبد اللہ بن جعفر پسر عم خویش بود واما ام کلثوم حکایت تزویج او با عمر در کتب مسطور است و بعد از و ضجیع عون بن جعفر و از پس او زوجہ محمد بن جعفر گشت و ابن شہر آشوب از کتاب امامت ابو محمد نوبختی روایت کردہ کہ ام کلثوم را عمر بن خطاب تزویج کرد۔

منتہی الآمال

ج ۱ ص ۱۳۵

ان میں سے چار حضرات امام حسن و امام حسین اور زینب کبریٰ اور زینب صغریٰ جن کی کنیت ام کلثوم ہے ان چاروں کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام ہیں۔ سیدہ زینب اپنے چچا جعفر کے بیٹے عبد اللہ کے نکاح میں تھیں اور ام کلثوم کی حضرت عمر سے شادی کا واقعہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے حضرت عمر کے بعد عون بن جعفر کے ساتھ شادی ہوئی اور اس کے بعد محمد بن جعفر سے شادی ہوئی اور ابن شہر آشوب نے ابو محمد نوبختی کی کتاب امامت سے روایت نقل کی ہے کہ سیدہ ام کلثوم کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شادی کی تھی۔

۱۳۔ قاضی نور اللہ شوستری مجتہد شیعہ لکھتا ہے:۔

چہ سبب شدہ کہ امیر المؤمنین دختر خود و دختر حضرت فاطمہ را با عمر تزویج فرمود۔ گویم این تزویج را جماعتے از ثقات مشائخ ما خبر دادند — !

(شیعہ کتاب مصائب النواصب ص ۱۶۸)

کیا سبب ہوا تھا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنی اور سیدہ فاطمہ کی بیٹی کا نکاح حضرت عمر سے فرما دیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس شادی نکاح کے متعلق ہمارے ثقہ اور معتبر مشائخ نے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ ام کلثوم حضرت عمر کے گھر تھیں۔

۱۴۔ قاضی نور اللہ شوستری شیعہ اصحاب حدیث کے متعلق لکھتا ہے:۔

لیکن اتفاق دارند کہ بعد از مدتہا درخواستہا و ستیزہا عباس ام کلثوم را بعمر داد و ہیچ کس منکر آں نیست کہ تزویج ام کلثوم با عمر بوسیلہ عباس بود۔

(شیعہ کتاب مصائب النواصب ص ۱۶۹)

اصحاب حدیث کا اتفاق ہے کہ مدتوں کی درخواستوں اور تکرار کے بعد حضرت علی کے چچا حضرت عباس نے ام کلثوم کی حضرت عمر سے شادی کر دی، کوئی شخص (شیعہ اصحاب حدیث میں سے) اس کا منکر نہیں کہ حضرت علی نے ام کلثوم کی شادی حضرت عمر سے اپنے چچا عباس کے ذریعہ کر دی تھی۔

۱۵۔ شیعہ ملا خلیل قزوینی اپنی معتبر کتاب صافی شرح اصول کافی میں لکھتا ہے:۔

اشارت است بغصب عمر

یہ اشارہ ہے حضرت عمر کے سیدۃ النساء

ام کلثوم دختر فاطمہ علیہا السلام را (صافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ جز ۳ ص ۳۸۲ سطر ۱۷)	حضرت فاطمۃ الزہرا کی بیٹی ام کلثوم کو غصب کر لینے کے متعلق ۔ (العیاذ باللہ)

شیعہ مذہب کے علماء اور مجتہدین ان تمام مذکورہ روایات میں اقرار و اعتراف کر گئے ہیں کہ حضرت سیدہ ام کلثوم حضرت سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کی حقیقی صاحبزادی تھیں جن کی پہلی شادی حضرت عمرؓ سے ہوئی تھی، حتیٰ کہ اپنے شیعہ محدثین کا اتفاق بیان کر گئے ہیں کہ اس شادی کا کوئی بھی منکر نہیں تو شیعہ متقدمین و محدثین کی طرح موجودہ دور کے شیعہ مذہب کو بھی انکار نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ بعض شیعہ علماء حضرت علیؓ کا اس نکاح کے سلسلہ میں مجبور ہونا اپنی خوش اعتقادی کی بنا پر ذکر کر گئے ہیں۔ حالانکہ سیدنا علیؓ تو یوں فرماتے ہیں :-

انی واللہ لو لقیتھم واحدا وھم طلاع الارض کلھا ما بالیت ولا استوحشت (نہج البلاغہ ج ۳ ص ۱۳۱)	قسم اللہ کی اگر میں اکیلا لوگوں کے مقابلہ میں ہوں اور وہ میرے مقابلہ میں تمام روئے زمین پر ہوں تو نہ میں اس کی پروا کروں گا اور نہ اس سے گھبراؤں گا۔

تو ایسے شیر خدا حیدر کرار کے متعلق کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی لخت جگر کو مجبور و بے بس ہو کر اپنے ایک دشمن اور مخالف کو بیاہ دی۔ یہ اگر حضرت عمرؓ کی عدالت و شرافت پر دھبہ ہے تو سیدنا علیؓ کی شرافت و شجاعت پر بھی سخت دھبہ ہے جس کو کوئی بھی محب علیؓ تو برداشت نہیں

کر سکتا اور کوئی غیور و شریف مسلمان اس قسم کا وہم بھی دل میں نہیں لاسکتا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ جیسے شیرِ خدا سے ان کی رضامندی و خوشنودی کے بغیر کوئی رشتہ لے سکے۔

ہم مسلمانوں کا تو یہی عقیدہ ہے کہ یہ سب حضرات کامل الایمان اور باہم مخلص دوست اور ہم قوم جدی رشتہ دار اور نہایت ہی نیکوکار اور پاکیزہ لوگ تھے، آپس میں اخلاص و محبت اور دوستی سے رہتے اور ہر کام باہمی مشورہ اور خوشی سے کرتے تھے۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے اپنی لختِ جگر نورِ نظر سیدہ ام کلثوم کا نکاح بھی حضرت عمرؓ سے اپنی خوشی و رضامندی اور اخوت و محبت سے کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حق سمجھنے اور ماننے کی توفیق بخشے، اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحابِ کرامؓ اور اہل بیتِ عظام کی تعظیم و تکریم اور سچی عقیدت و محبت کی سعادت بخشے۔ آمین ثم آمین!

یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ

وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ

واٰخر دعونا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلامُ

علیٰ سیّد المرسلین وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہ الطیّبین الطاھرین

تمّت بالخیر